سرطان العصر

فتنہ تکفیر

ابو محمد سلفی

ادارہ رد فتن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمداللہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ اما بعد !

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو کتاب و سنت کے علوم میں بصیرت سے محروم اور نبوی منہج سے ناآشنا ہیں لیکن ان کی زبان پر ہمہ وقت کفر، کفر کی گردان جاری وساری ہے کسی مسلمان میں کوئی غیر شرعی عمل دیکھا یا کسی ایسی جماعت یا ادارہ، جس کے ذمہ داران کو وہ کافر قرار دے چکے ہیں، ان سے کسی کا میل جول دیکھا تو فوراً اس کو کافر یا کفار کا معاون یا انصار الطاغوت وغیرہ کے القابات دے کر دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں یا اگر ان کے مزعومہ کفار کو کسی نے کافر قرار نہیں دیا تو اسے بھی کافر یا پھر مرجئۃ وغیرہ کے طعنوں سے نوازا جاتا ہے اور یہ فتنہ دینی حلقوں کے اندر سرطان (کینسر) کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک شخص نے کلمہ پڑھا ہے نماز، روزہ، کا اقرار کرتا ہے بد عملی اس کے اندر پیدا ہو گئی یا کبائر کا مرتکب ہو گیا ہے اس شخص کے بارے ہمارے سامنے دو پہلو ہیں:

الاوّل: اس کو کافر قرار دے کر ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کی صف سے نکال دیں۔

الثانی: اس کی اصلاح کریں۔ گناہوں اور غلط روش پر اس کو احسن انداز میں تنبیہ کریں تا کہ اس کی آخرت سنور جائے۔

ہمیں کون سا پہلو اختیار کرنا چاہیئے ؟اس کی تربیت و اصلاح والا یا اس کو کافر قرار دینے والا ؟ ہم نبوی منہج کو دیکھیں تو ہمارے سامنے تربیت و اصلاح والا پہلو ہی نمایاں نظر آتا ہے حتیٰ کہ کسی مسلمان سے کوئی کفریہ بات یا عمل سرزد ہو گیا تب بھی آپ ﷺ نے اس کی اصلاح کی ہے اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر اس کو کفار کی صف میں شامل نہیں کیا۔

بطور مثال مندرجہ ذیل واقعات پر غور کریں:

1- نبی کریم ﷺ غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے راستے میں مشرکین کی ایک بیری (کے درخت) جسے وہ '' ذات انواط'' کہتے تھے (اور اس کو متبرک سمجھتے تھے) کے پاس سے گزرے تو بعض نئے نئے مسلمان ہونے والے (یعنی دین کے مسئلے میں لاعلم) صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی:

[یا رسول اللہ ﷺ اجعل لنا ذات انواط کمالھم ذات انواط]

''ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط (بیری کا درخت) مقرر کر دیجئے جس طرح ان کے پاس ایک ذات انواط ہے۔''

آپ ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا:

تم نے مجھ سے وہی مطالبہ کیا ہے جو قوم موسیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

[اجعل لنا الھا کما لھم الھة]

"ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر دیجئے جس طرح ان کے پاس ایک معبود ہے"

تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: [انکم قوم تجھلون]

"تم ایک جاہل قوم ہو۔" (جامع الترمذی, مسند احمد)

غور کیجئے! اللہ رب العالمین کے مقابلہ میں نئے الٰہ کا مطالبہ بغاوت و شرک ہے یا نہیں؟ نبی ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی یا ان پر فتویٰ کفر داغ کر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا؟

2- اسی طرح ایک اور مثال ملاحظ فرمائیں:

اسلام میں نہ صرف زنا حرام ہے بلکہ زنا کے قریب جانا بھی حرام ہے لیکن ایک نوجوان صحابی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ اور آکر عرض کیا۔ مجھے زنا کی اجازت دیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری بہن کے ساتھ کوئی بدکاری کرے؟

اس نے کہا: نہیں!

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری بیٹی کے ساتھ کوئی منہ کالا کرے؟

اس نے کہا: نہیں!

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری ماں کے ساتھ کوئی حرام کاری کرے؟

اس نے کہا: نہیں!

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری خالہ کے ساتھ کوئی زنا کرے؟

اس نے کہا: نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری پھوپھی کے ساتھ کوئی بدکاری کرے؟

اس نے کہا: نہیں!

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے قریب کیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا کی:

[اللهم اغفر ذنبه و طهر قلبه و حصن فرجه]

''اے اللہ اس بندے کے گناہ معاف کر دے اور اس کے دل کو پاک و صاف کر دے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما۔''

صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں: اس کے بعد اس کو گلی کوچوں میں کبھی نظر اونچی کر کے چلتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔(مسند احمد, طبرانی سلسلہ صحیحہ)

3- ماشاءاللہ ورسولہ والی حدیث

4- اسی طرح معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: [ما هذا يا معاذ ؟] ''اے معاذ! یہ کیا ہے؟'' تو

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، میں نے شام میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سرداروں اور بڑوں کو سجدہ کرتے اور اس کے لئے (بطور دلیل) اپنے انبیاء کا تذکرہ کرتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[يا معاذ، لو أمرت أحدًا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها من عظم حقه عليها]

''اے معاذ! اگر میں کسی کے لئے کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، اس کے اس پر عظیم حق ہونے کی وجہ سے۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا: **[يا معاذ، أرأيت لو مررت بقبري أكنت ساجدًا لقبري، قال: لا. قال: فإنه لا يصلح السجود إلا لله.] أو كما قال.**

''اے معاذ! تیرا کیا خیال ہے اگر تو میری قبر سے گزرے، تو کیا تم میری قبر کو سجدہ کروگے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً سجدے کسی کے لئے بھی درست نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے''

ان سب واقعات پر غور کریں! پہلے واقعہ میں بعض لوگوں سے ایک شرکیہ بات کا صدور ہوا لیکن نبی ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی دوسرے میں ایک حرام عمل کی اجازت طلب کرنے پر آپ ﷺ نے فطری انداز سے اصلاح تو فرمائی لیکن تکفیر و تفسیق کا پہلو اختیار کرنے میں اجلت اور جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا جس طرح آج کل ہمارے معاشرے میں رائج ہے۔

تکفیر کس کا حق ہے؟

یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے ہماری سابقہ گفتگو سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اسلام میں تکفیر بالکل ممنوع یا حرام ہے۔ کیونکہ شریعت کی رو سے بہت سے ایسے اقوال و اعمال ہیں جن کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ مسئلہ تکفیر پر ہماری گفتگو کا اصل منشاء و سبب یہ ہے کہ آج کل ہمارے معاشرے میں یہ ظلمِ عظیم بپا ہو چکا ہے کہ بعض جاہل، مبادیات دین سے نابلد، گلی، بازاروں میں کفر و شرک کے فتوے لگا کر مسلمانوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کو حلال قرار دے رہے ہیں، دراصل ایسے لوگوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے۔ یہ ان کا منصب نہیں اور نہ وہ اس کے اہل ہیں۔ اس قضیہ کو اس طرح سمجھ لیں کہ مثلاً ایک گھر میں بجلی کی وائرنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں مختلف الیکٹرونک اشیاء اپنا کام کرتی ہیں لیکن اچانک سرکٹ شارٹ ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں گھر اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اب یہ دیکھنا کہ یہ سرکٹ کی خرابی کے سبب کیا سارے گھر کی وائرنگ تباہ ہو گئی یا کچھ باقی یا ساری محفوظ، یہ فیصلہ کس نے کرنا ہے اور کس کی بات معتبر ہو گی؟

ایک ماہر الیکٹریشن کی یا ہر نتھو پھتّو کی۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے تو اس کو تنبیہ و اصلاح تو ہماری ذمہ داری ہے اس کے کافر یا غیر کافر ہونے کا فیصلہ ہمارا کام نہیں، لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں استخراجی منطق سے کام لیا جاتا ہے جو یونانیوں کا طریقہ تھا۔ مثال کے طور پر انہوں (یونانیوں) نے ایک کالے رنگ کی بھینس دیکھی تو یہ دعوی کر دیا کہ دنیا کی سب بھینسیں کالے رنگ کی ہوتی

ہیں یہی استخراجی رویہ آج شرعی رویہ کی جگہ پر لیا جاتا ہے حکمرانوں اور عوام کے بارے میں حالانکہ اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ دنیا میں کوئی بھینس کالے رنگ کی نہ ہو یعنی بھورے رنگ کی بھی ہو سکتی ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر معاشرے میں اسی منطق سے کام لے کر مسلمانوں کی تکفیر کی جاتی ہے جبکہ یہ کام عوام اور عام مبتدی اہل علم کا نہیں کیونکہ یہ اجتہادی کام ہے جس میں اقوال اور اعمال کی شرعی حیثیت کو پرکھنا اور پھر قائل اور فاعل میں اس کا ثبوت، پھر ان تمام شروط و موانع کا جائزہ لینا جو کہ باوجود کسی کفریہ قول یا فعل کے مسلمان پر سے حکمِ کفر کو ساقط کر دیں گے اور ظاہر ہے یہ کام درجہ اجتہاد پر فائز مستند علماء اور قاضیوں کی ایک جماعت ہی کر سکتی ہے ہر ایرے غیرے، علم و حکمت سے عاری شخص کو اس کی اجازت نہیں، اسی لئے اہل علم کا یہ کہنا ہے:

جو حضرات مستند اہل علم میں سے نہ ہوں اور پھر بھی تکفیر کرتے ہوں تو عوام الناس کے لئے ایسے تکفیری حضرات کے ساتھ بیٹھنا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن جبرین فرماتے ہیں:

[کما انه یجب علی مسلم ان یجتنب مجالسة الذین یتکلمون فی مسئلة التکفیر و هم ممن یحرم علیهم ذالک لقلة علمهم]

”اسی طرح ایک مسلمان پر واجب ہے وہ ان لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھے جو تکفیری مسائل پر گفتگو کرتے ہیں حالانکہ ان کے کم علم ہونے کی وجہ سے ان کیلئے اس موضوع پر بحث کرنا حرام ہے۔“

فتنہ باز لوگوں کی مجالس سے اجتناب :

اسماء بن عبیدہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

گمراہ کن نظریات کے حامل دو شخص امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے ان میں سے ایک آدمی نے کہا:

اے ابو بکر (ابن سیرین) میں تجھے ایک حدیث سناؤں؟

امام ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں!

پھر ان دونوں نے کہا:

ہم آپ کو قرآن کی ایک آیت پڑھ کر سنائیں؟

امام ابن سیرینؒ نے پھر فرمایا: نہیں!

اس کے بعد امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تم دونوں میرے پاس سے اٹھ جاؤ یا پھر میں چلا جاتا ہوں۔ پس دونوں آدمی چلے گئے۔

کچھ لوگوں نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

اے ابو بکر! وہ قرآن کی آیت ہی پڑھ کر سنانا چاہتے تھے۔ اور اس میں کوئی حرج کی بات تو نہ تھی۔

امام ابو بکر ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مجھے خطرہ تھا کہ وہ قرآن مجید کی آیت پڑھ کر اس کی غلط تفسیر کریں گے اور وہ (کہیں) میرے دل میں (نہ) بیٹھ جائے"۔

(سنن دارمی رقم 411،الشریعہ للآجری ص62 ابن الوضاح فی البدع رقم 150 (اسنادہ صحیح))

کیا ہر حال میں تکفیر لازم ہے؟

بلاشبہ مخصوص، استثنائی اور ناگزیر حالات میں دین اسلام کی حفاظت کے پیش نظر تکفیر کا مسئلہ شرعی حکم میں داخل ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا اہل علم حضرات پر ہر حال میں تکفیر کرنا لازم ہے یا کسی مصلحت یا دفع مفسدہ یا کسی بڑے فتنے کے پیش نظر سکوت و توقف اختیار کرنا بھی جائز ہے؟ اس بات کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ آج کل تکفیری حضرات اپنی تنگ نظری کی بنا پر ہر اس شخص کو، جو ان کے فتوی کفر کی دلیل و برھان، اصول وضوابط کی بنیاد پر تائید نہیں کرتا یا کسی مصلحت و دفع مفسدت کے پیش نظر خاموشی اختیار کرتا ہے۔اس قول کے تحت کافر قرار دیتے ہیں:

[من لم يكفرا لكافر فهو كافر]

"جس نے کافر کو کافر نہ کہا وہ بھی کافر ہے۔" (نواقض اسلام از محمد بن عبد الوھاب)

معاون کفار، انصار الطاغوت یا مرجئہ جیسے القابات سے نوازتے ہیں حالانکہ سلفی علماء اور مرجئہ کے عقائد و نظریات میں واضح فرق موجود ہے۔ لیکن ان پر مرجئہ کی تہمت لگانے میں کوئی عار نہیں سمجھی جاتی، اسی وجہ سے تکفیری حضرات اور ان کے

پیشوا بڑے بڑے جید سلفی علماء جیسے محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ کہ جن کی تخریج کے وہ خود محتاج ہیں انہیں مرجئہ اور جہمیہ قرار دیتے ہیں، باقی علماء تو پھر ان کے نزدیک کیا ہوں گے۔

مرجئہ کے نزدیک ایمان صرف زبانی اقرار کا نام ہے اور بعض کے نزدیک دل کی تصدیق کا نام، دونوں صورتوں میں عمل کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں، یعنی اگر ایک شخص کلمہ لاالہ الا اللہ پڑھ لے اس کے بعد وہ جیسے بھی برے اعمال کرے (زنا، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ زنی) اس کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ ہر برائی کے باوجود کامل الایمان ہے جبکہ سلفی علماء کے نزدیک اعمال ایمان کا جزاور حصہ ہیں حتی کہ بعض اعمال وافعال ایسے بھی ہیں جن کا مرتکب دیگر شرعی قواعد وضوابط کے ساتھ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لہذا یہ دیکھنا ہے کیا شریعت کسی مصلحت یا دفع مفسدت کی بناء پر عدم تکفیر کی تائید کرتی ہے یا نہیں سر دست صحیح بخاری کی ایک حدیث قابل غور ہے:

غزوہ مریسیع کے موقع پر جب انصار و مہاجرین کا جھگڑا ہوا اس موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیّ نے نبی ﷺ کے صحابہ کے بارے میں کہا کہ

(لیخر جن الا عز منها الاذل)

''ہم عزت والے ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔''

تب سیدنا عمر نے کہا:

[دعنی اضرب عنق هذا المنافق، یا رسول اللہ ﷺ]

''مجھے اجازت دیجئے اس منافق کا سر تن سے جدا کر دوں''

نبی ﷺ نے فرمایا:

[دعه لا يتحدث الناس ان محمد أيقتل اصحابه]

''عمر! اس کو چھوڑ دو لوگ کہیں یہ کہنا شروع نہ کر دیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔''

(صحیح بخاری کتاب تفسیر المنافقین رقم 4905-4907)

فرمایا: نہیں! لوگ کیا کہیں گے؟

[ان محمدا ﷺ يقتل اصحابه]

''بے شک محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔''

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ اگرچہ اس منافق آدمی نے صریح کفر کا ارتکاب کیا لیکن نبی ﷺ نے محض اس مصلحت کے پیش نظر کہ لوگوں میں یہ غلط تاثر نہ پیدا ہو جائے کہ آپ ﷺ نے اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے اور مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جائے یا کفار کو مسلمانوں کے بارے میں غلط پروپیگنڈا کا موقع مل جائے۔ اس بناء پر اہل علم فرماتے ہیں کہ: تکفیر میں مصالح اور مفاسد کا اعتبار ضروری ہے موانع تکفیر زائل ہو گئے ہیں تو بھی آپ تکفیر کرنے کے پابند نہیں، ہم اپنے اس موضوع کو ایک معروف تکفیری پیشوا کی کتاب ''نواقص اسلام'' کے ایک اہم اقتباس کے بیان کے بعد ختم کیے دیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

اقتباس: ''ہمارے ہاں کچھ جذباتی نوجوان بالعموم یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ چلیں مان لیا یہ تین یا پانچ چیزیں موانع تکفیر ہیں (یعنی آدمی کی تکفیر کرنے میں مانع ہیں) لاعلمی، تاویل، اکراہ، خطااور نسیان۔۔۔۔۔۔۔

اب اگر ہم کسی کفریہ فعل میں ملوث شخص کی بابت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ نہ تو وہ لاعلم ہے اور نہ اس کے ہاں کوئی ایسی تأویل پائی جاتی ہے جو اس پر وہ حکم لگانے میں مانع ہوتی ہو، نہ اس پر وہ کفریہ فعل کروانے کیلئے کسی نے بندوق تان رکھی ہے کہ ہم کہیں کہ وہ کسی اکراہ کا شکار ہے نہ وہ خطا یعنی بغیر قصد کے وہ کام کر رہا ہے بلکہ جانتے بوجھتے ہوئے اور مکمل ہوش و حواس کے ساتھ اس حرکت کا مرتکب ہو رہا ہے اور پھر نہ ہی وہ کسی نسیان کا شکار ہے یعنی موانع تکفیر میں سے کوئی ایک بھی مانع اس شخص کے حق میں نہیں پایا جاتا، تو آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اس شخص کو کافر نہ کہیں ؟ یہ نوجوان کسی وقت یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ علماء نے ایسے کسی شخص کو کافر کیوں نہیں کہا؟''

بلاشبہ کسی وقت ہو سکتا ہے کوئی شخص نواقض اسلام کا مرتکب بھی ہو اور اس کے حق میں موانع تکفیر (یعنی لاعلمی، خطا، تاویل یا اکراہ وغیرہ) بھی نہ پائے جاتے ہوں۔۔۔۔۔یعنی وہ اصولاً پوری طرح تکفیر کا مستحق ہو، پھر کسی شرعی مصلحت کے پیش نظر یا دفع مفسدت کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل علم اس کی تکفیر کے معاملہ میں توقف کیے رکھیں یعنی اس پر ارتداد کے احکام لاگو نہ کریں اور معاشرے کے اندر ایک مسلمان سمجھا جانے کا اسٹیٹس کسی خاص وقت تک اس سے پھر بھی سلب نہ کریں۔

جامع ام القری مکہ مکرمہ میں عقیدہ کے ایک استاد اور ایک ممتاز عالم شیخ احمد آل عبد الطیف اس کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''نبوی معاشرے کے اندر منافقین کے کفریہ اعمال عمومی طور پر چھپے رہتے تھے یہ درست ہے مگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ چند خاص منافقین کے کفریہ افعال ریکارڈ پر بھی آگئے تھے منافقین میں سے چند متعین لوگوں کا نواقض اسلام کا مرتکب ہونا، ان کے باطن تک محدود نہ رہا تھا کہ جس کا مؤاخذہ صرف اللہ عالم الغیب کی ذات ہی قیامت کے روز کرے گی بلکہ ان کے ارتکاب کفر پر صاف و بین شواہد پائے گئے تھے یہاں تک کہ ان کے ارتکاب کفر کا پول کھولنے والے صحابہ کی گواہی کی تائید میں آیات وحی اتری تھیں مثلاً آیت:

﴿ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾

''یعنی (بہانے نہ بناؤ) عذر مت تراشو! یقیناً تم ایمان لے آنے کے بعد کفر کر چکے ہو''(التوبہ 66)

یہ خاص، متعین لوگوں کے بارے اتری تھی۔

﴿ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ﴾

''یقیناً یہ کفر کی بات کہہ چکے ہیں اور اپنے اسلام لے آنے کے بعد کفر کر چکے ہیں۔''(التوبہ: ۷۴)

یہ بھی کچھ خاص لوگوں کی بابت اتری تھی جن کا کفر واضح ہو گیا تھا۔[1]

[1]۔ راہ البخاری عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

(وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ [المنافقون: 5]

''یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اللہ کا رسول ﷺ تمھارے لئے استغفار کر دے تو وہ (گھمنڈ سے) اپنے سر موڑ لیں اور تم دیکھو کہ وہ (سیدھی راہ پر آنے سے) باز رہتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کر رہے ہوتے ہیں۔''

(هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ﴿۷﴾ [المنافقون 7]

''یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں، خرچ نہ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں۔ یہاں تک کہ یہ (آپ ﷺ کے گرد سے) چھٹ جائیں۔''

یہ سب متعین لوگوں کے معاملہ میں پیش آیا۔ یوں مستند روایات میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں کہ مدینہ کے اندر کچھ کلمہ گو لوگوں کا مرتکب کفر ہونا ''باطن'' کے دائرہ سے نکل کر ''ظاہر'' کے دائرہ میں آتا تھا جبکہ ہم جانتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کچھ خاص مصالح کے پیش نظر ان کا کفر واضح اور معاشرتی سطح پر ان کے قابل مؤاخذہ ہونے کے باوجود ان لوگوں پر ارتداد کے احکام لاگو نہیں کیے۔

اعتراض: اس کے رد میں بعض لوگوں کی جانب سے اگر یہ کہا جائے کہ یہ باتیں نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے بتائی گئی تھیں جبکہ دنیوی احکام لاگو کرنے کیلئے معلومات کے انسانی ذرائع ضروری ہیں اس لیے نبی ﷺ نے ان لوگوں کی تکفیر نہ کی تھی۔ یا وہ یہ کہیں کہ منافقین کا اس بات سے مکر جانا کہ انہوں نے ایسی حرکات کی تھیں یا اس

پر ایک طرح کا معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا اس بات پر دلیل ہوئی کہ وہ اپنے اس کفریہ فعل پر قائم بہر حال نہ رہے تھے لہذا اس کو ایک طرح کا ظاہری رجوع باور کرتے ہوئے ان کی تکفیر سے اجتناب برتا گیا۔

جواب: ان شبہات کے جواب میں ہم کہیں گے کئی ایک باتیں ایسی بھی ریکارڈ پر ہیں کہ کسی منافق نے کھلم کھلا ایک کفریہ قول یا رویہ ظاہر کیا (اس کو جاننے کیلیے وحی واحد ذریعہ نہ رہا) نیز اپنے اس کفریہ قول یا رویہ پر اس کا معذرت خواہانہ رویہ بھی ہرگز ریکارڈ پر نہیں، مثال کے طور پر صحیح بخاری میں عبداللہ بن ابی کا یہ رویہ کہ جب رسول اللہ ﷺ ایک گدھے پر سوار ہو کر کے پاس پہنچے تو وہ بے لحاظ بکنے لگا:

(الیک عنی واللہ لقد اذانی نتن حمارک)

"پرے ہٹو!" واللہ (اللہ کی قسم) تمھارے گدھے کی سڑاند میرے ناک میں دم کر رہی ہے۔"

تب انصار میں سے ایک صحابی سے نہ رہا گیا اور وہ عبداللہ بن ابی کو مخاطب کر کے بولا:

(واللہ لحمار رسول اللہ ﷺ اطیب ریحامنک)

"واللہ! رسول اللہ ﷺ کا گدھا بو میں تم سے کہیں بہتر ہے"

تب عبداللہ بن ابیّ کے قبیلے کا ایک آدمی عبداللہ بن ابی کیلئے طیش میں آیا اور اس انصاری کو گالیاں بکنے لگا اس پر ہر دو کے قبیلے کے لوگ اپنے آدمی کیلئے بھڑک اُٹھے اور دونوں گروہوں کے مابین کھجور کی چھڑیوں، ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ ہونے

لگی۔(صحیح بخاری کتاب الصلح باب ماجآء فی الاصلاح بین الناس اذا تفاسدوا)

غرض بعض افراد سے اس قسم کے کفریہ افعال اور رویے کھلم کھلا سرزد ہونے کے باوجود بعض شرعی مصالح کے پیش نظر ان لوگوں کی تکفیر سے احتراز برتا گیا اور دنیوی امور میں ان کا حکم ایک مسلمان کا سا رکھا گیا یہاں تک کہ ایک علیحدہ نص کے ذریعہ سے جب تک ان کی نماز جنازہ سے نہ روک دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھنا تک موقوف نہ کیا۔

مقصد یہ کہ کسی شخص کے حق میں موانع تکفیر اگر زائل ہو بھی گئے ہوں لیکن کچھ مصالح اہل علم کی نظر میں ایسے ہوں جو اس کی تکفیر کی بابت سکوت کا تقاضا کریں یا اس کی تکفیر کرنے کی صورت میں وہ کچھ مفاسد اُٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ محسوس کریں تو اس صورت میں تکفیر سے احتراز برتنا ان کے حق میں ایک جائز و شرعی رویہ ہوگا۔

عام لوگوں کو بہر حال اس مسئلہ (مسئلہ تکفیر) میں اہل علم ہی کے پیچھے چلنا ہے پس اگر کسی وقت شرعی اتھارٹی (جو کہ آج اس وقت علماء ہیں) کسی شخص یا گروہ پر نواقض اسلام کے ارتکاب کے باوجود اس کو معین کر کے تکفیر کا حکم عائد کرنے سے محترز رہتے ہیں یا اس کے معاملہ میں بوجوہ صرف نظر کرتے ہیں جس کی بنیاد کوئی خاص حفظ مصالح یا دفع مفاسد ہو جبکہ ان مصالح اور مفاسد کا موازنہ بھی ظاہر ہے اہل علم ہی کر سکتے ہیں تو یہ بات شرعاً غلط نہیں"۔

(نواقض اسلام از حامد کمال صفحہ نمبر 91-95)

فتنہ تکفیر کے چند اہم مفاسد و نتائج

اب ذرا ایک نظر عصر حاضر میں پیدا ہونے والے فتنہ تکفیر کے نتائج و مفاسد پر ڈالتے ہیں:

1- بغیر دلیل محکم، مختلف فیہ اور غیر قطعی احکام کی بناء پر مسلمان کی عزت، جان، مال کو حلال قرار دینا۔

2- مجتہد و مستند علماء کے منصب پر مبادیات دین سے جاہل و ناعاقبت اندیش لوگوں کو بٹھا کر کبار، مستند و مجتہد اور صحیح عقائد سلف کے حامل لوگوں کی تنقیص و توہین اور ان کی سر عام غیبت اور ان پر گمراہ کن فتووں کی بوچھاڑ کرنا۔

3- قرآن و سنت جو کہ توحید اُلوہیت اور اسماء و صفات سے بھرے پڑے ہیں ان کے بیان یا ان کی بناء پر شرعی احکام واضح کرنے کی بجائے محض توحید اُلوہیت کی ایک جزء توحید حاکمیت کو ہی موحّد یا غیر موحّد ہونے کا واحد معیار حقیقی قرار دینا، حالانکہ یہ خوارج کا شیوہ تھا، اور توحید اسماء و صفات کو بالکل غیر اہم بلکہ کالعدم قرار دینا۔ جس پر خود آل تکفیر کا لٹریچر شاہد ہے۔

4- توحید اُلوہیت و توحید اسماء صفات میں گمراہ لوگ معتزلہ، جہمیہ، اشاعرہ، صوفیہ، ماتریدیہ، عقیدہ وحدۃ الوجود کے حامل، قرآن کو مخلوق قرار دینے والے، خبر واحد بلکہ احادیث متواتر تک کے منکرین (قبر پرستی جیسے شرک کو شرکِ اکبر نہ

سمجھنے والے) لوگوں کو صحیح العقیدہ سلفی علماء کی بجائے اپنا امام و پیشوا قرار دینا۔ جیسے سید قطب، مقلدین وغیرہ۔۔

5- فتنہ تکفیر کی آڑ میں مسلمانوں کی وحدت و جمعیت کو پارہ پارہ کرتے ہوئے ان کی معیشت ودفاع کو تباہ کرکے کفار کو مسلمانوں کے خلاف مستحکم ومضبوط بنانا۔

6- مساجد پر خود کش حملے کرکے ان کے تقدّس کو پامال کرنا۔

7- نمازی حضرات، جن کے قتل کے بارے نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ان کے قتل سے منع کیا گیا''۔ان کو دوران نماز بارود سے اڑادینا۔

تکفیر کے نتائج:

1- جسکی تکفیر کی جارہی ہے اسکا قتل جائزاور اسکا خون حلال ہے

2- ذبیحہ حرام

3- مال حلال

4- جہنم واجب

5- نکاح باطل

6- مسلمان عورت سے نکاح ناجائز

7- گواہی نامنظور

8- وراثت سے محروم

9- ولایت نکاح نامقبول

10- مرنے کے بعد نہ غسل، نہ کفن، نہ جنازہ، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ ان کے لئے دعا کی جائے گی۔

محترم بھائیو! کلمہ پڑھنے والے کا ایمان یقینی ہوتا ہے اس پر کفر کا فتویٰ لگانا حرام ہے اس لئے اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہئے اور کسی کلمہ پڑھنے والے کی تکفیر کو ان کے ذمہ رہنے دینے چاہیے جو اس کے مکلف ہیں۔

پُرفتن دور میں کرنے کے کام

آیئے پُرفتن دور میں کرنے کے چند کاموں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جن کی پابندی ایک عام مسلمان کے لئے ازحد ضروری ہے تاکہ وہ قُرب قیامت فتنوں سے محفوظ رہ سکے۔

دانائی سے کام لیں:

جب فتنے ظاہر ہونے لگیں یا حالات بدلنے لگیں تو ایسے نازک حالات میں نرمی و بردباری اور دانائی سے کام لیں اور جلد بازی نہ کریں۔ نرمی اس بنیاد پر کہ نرمی ایسی چیز ہے جس میں پائی جائے اس کو عمدہ بناڈالتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جاتی ہے اس کو عیب دار بنادیتی ہے۔ سارے کاموں میں نرمی کا خیال رکھیں، رحم دلی سے پیش آئیں، غصہ والے نہ بنیں۔ دانائی اس لیے کہ آپ ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے اشجع نامی آدمی سے کہا تھا:

"تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں، بردباری اور دانشمندی" دانشمندی و دانائی عمدہ خصلت ہے۔

فتنے کے لمحات اور بدلتے حالات کے وقت بردباری قابل ستائش ہے کیونکہ بردباری کے ذریعے ہر چیز کی اصلیت و حقیقت تک پہنچا جا سکتا ہے۔

غور و فکر کے بعد ہی حکم لگائیں:

فتنہ کے ظہور اور حالات کے بدلتے وقت بغیر سوچے سمجھے آپ کسی چیز کے بارے میں حکم نہ لگائیں اس قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے کہ "کسی چیز پر حکم لگانا اس پر غور و فکر کرنے کے بعد ہوا کرتا ہے" اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ ولاتقف مالیس لک بہ علم﴾ (سورہ اسراء: 63)

"جس بات کی تجھے خبر ہی نہیں اس کے پیچھے مت پڑ"

یعنی ایسا معاملہ جس کو آپ نہیں جانتے، اس کا پاس و خیال نہ ہو اور نہ ہی آپ کے پاس اس بارے میں کوئی ثبوت ہو تو اس سلسلے میں بات کرنے سے بچیں، چاہے آپ اس میں لیڈر بنیں۔

عدل و انصاف کو ملحوظ رکھیں:

تمام کاموں میں عدل و انصاف کو لازم پکڑیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

(واذ قلتم فاعدلوا ولوکان ذاقربیٰ﴾ (الانعام)

"اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔"

اور فرمان الہی ہے:

(ولا یجر منکم شنأن قوم علی ان لا تعد لوا اعدلو اھو اقراب للتقوی ﴾

"کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کر وجو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔"(المائدۃ)

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جس سے محبت کرتے ہیں اور جس سے محبت نہیں کرتے دونوں کو ایک میزان وکسوٹی پر رکھ کر پرکھیں اور اس کے بعد حکم لگائیں۔

جماعت کو لازم پکڑیں:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

(وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾(آل عمران: 103)

"اور اللہ تعالی کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[علیکم بالجماعه وایاکم والفرقة]

(ابوداؤد، الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ)

"جماعت کو لازم پکڑو اور اختلاف سے بچو۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں اتمام کرتے تھے جبکہ سنت یہ ہے کہ نمازی منیٰ میں ہر چار رکعت والی نماز کو دو دو رکعت پڑھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرعی تاویل کی بناء پر چار رکعت ہی پڑھتے رہے، اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

نبی ﷺ کی سنت یہی ہے کہ ہر چار رکعت والی نماز دو رکعت ہی پڑھی جائے۔

ان سے پوچھا گیا:

آپ یہ کہتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار رکعت پڑھتے ہیں آخر کیوں؟

توانہوں نے فرمایا: ''اختلاف بری بات ہے۔(سنن ابوداود)

اور ایسا ان کے شرعی قاعدہ کو سمجھنے کی وجہ سے ہوا کیونکہ جو اس کے برخلاف کرے گا اسکے اور دوسروں کے فتنہ میں پڑنے سے مامون نہیں رہا جاسکتا۔

شرعی میزان پر پرکھیں:

وہ جھنڈے جو فتنہ میں اٹھائے جاتے ہیں خواہ وہ دعاۃ کے ہوں یا ملکوں کے، ضروری ہے کہ مسلمان ان کو صحیح کسوٹی پر وزن کریں۔آپ دیکھیں کہ اس میں خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی ہے یا نہیں؟ رسالت محمدی کی گواہی پوری کی جاتی ہے یا نہیں؟اوراس گواہی کا تقاضا ہے کہ شریعت مصطفوی کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ کسوٹی پر پرکھنے کے بعد آپ پر لازم ہے کہ آپ کی محبت اس میزان کے لیے ہو جو صحیح طور پر اسلام کو بلند و بالا کرتا ہے، پھر آپ ایسے لوگوں کو مخلصانہ نصیحت کریں۔جب یہ میزان مشتبہ ہو جائے تواس سلسلے میں مرجع علماء ہوں گے کیونکہ وہی لوگ صحیح شرعی حکم جانتے ہیں۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اپنے وقت میں سلطان کے لیے بہت دعا کرتے تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ ان کے لیے اپنے سے زیادہ دعا کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں کیونکہ اگر میں درست رہا تو میری درستگی اپنے لیے اور اپنے ارد گرد رہنے والوں کے لیے ہو گی، رہی سلطان کی درستگی تو وہ عام لوگوں کے لیے ہو گی۔

قول و عمل میں چوکس رہیں: فتنے کے وقت گفتار و کردار کے کچھ الگ ہی ضابطے ہوتے ہیں چنانچہ ہر وہ بات جو آپ کو اچھی لگے، اسے کہہ ڈالنا یا ہر وہ کام جو اچھا لگے، اسے کر گزرنا مناسب نہیں، کیونکہ فتنے کی گھڑیوں میں ایسا کرنے سے متعدد مسائل کھڑے ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بھرے برتن کے مانند حدیثیں یاد کیں (یعنی دو قسم کا علم سیکھا) جن میں سے ایک کو میں نے عام کر دیا اور اگر دوسرے کو عام کرتا تو میری گردن کاٹ دی جاتی۔" (صحیح بخاری)

علماء کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایسی حدیثیں ہیں جو فتنے اور بنو امیہ وغیرہ سے تعلق رکھتی تھیں، شرعی احکام سے متعلق نہ تھیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کہی جبکہ لوگ گھمسان کی لڑائی اور جنگ و جدال کے بعد ان کے سایہ تلے اکٹھے ہو چکے تھے، انہوں نے انہیں اس لیے چھپا لیا تاکہ لوگ جدائی کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو یکجا ہو چکے

تھے پھر لڑنے بھڑنے نہ لگیں۔اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آپ لوگوں سے کوئی ایسی بات نہ کریں جو ان کی سمجھ سے باہر ہو کیونکہ وہ ان کے لیے فتنہ کا سبب ہو گی"

فتنے کی گھڑیوں میں لوگ بات کو اچھی طرح سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، لہذا ہر وہ بات جو معلوم ہے' نہیں کہنی چاہیے ، زبان پر لگام لگانا ضروری ہے، کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کی بات پر کیسے اثرات مرتب ہونگے ؟آپ کی رائے کیا رنگ لائے گی ؟سلف صالحین رحمہم اللہ اپنے دین کی سلامتی کے پیش نظر، فتنوں کے وقت بہت سارے مسائل میں خاموش رہے تاکہ اللہ سے امن وسلامتی کے ساتھ ملیں۔

صحیح بخاری کی روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

"اگر تمہاری قوم کے لوگ کفر سے قریب نہ ہوتے (یعنی نئے نئے مسلمان) تو کعبہ کو ڈھا کر اس کو قواعدِ ابراہیمی پر بناڈالتا اور اس میں دو دروازے لگا دیتا۔"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندیشہ لاحق ہوا کہ کفارِ قریش جو نئے نئے اسلام لائے ہیں کعبہ کو توڑ کر اسکو قواعدِ ابراہیمی پر بنانے اور اس میں دو دروازے لگانے (ایک سے داخل ہوا جائے اور دوسرے سے نکلا جائے) سے ایسا نہ ہو کہ لوگ غلط سمجھ لیں یا یہ

سمجھ لیں کہ آپ فخر کرنا چاہتے ہیں یا آپ دینِ ابراہیمی کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہیں یا کچھ اور خیال کر بیٹھیں اس لیے آپ نے اسکو چھوڑ دیا۔

نیک اعمال کا التزام واہتمام :

جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

"بادروا بالاعمال فتنا کقطع الیل المظلم ----الخ"

(رواہ مسلم)

"لوگو! سخت سیاہ رات کی طرح گھنے فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو (کیونکہ وہ فتنے اتنے خطرناک ہوں گے کہ) صبح کے وقت بندہ مؤمن ہو گا تو شام تک کافر ہو جائے گا اگر شام کو مؤمن ہو گا تو صبح تک کافر ہو جائے گا آدمی دنیا کے معمولی مفاد کے عوض اپنا دین بیچ دے گا۔ "

کثرت سے اللہ کی عبادت کا اہتمام:

نبی ﷺ نے فرمایا:

"العبادة فی الهرج کا لهجرة الی----"

"قتل و غارت کے دور میں عبادت کرنا میں محمد ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے مترادف ہے۔"

(صحیح مسلم رقم2948) (الشریعہ لآجری ص49رقم82)

فتنوں کے ایام میں مسلمان کے خلاف زبان اور ہاتھ کو روک لینا:

سیدنا علی اور امیر معاویہ کے درمیان ہونے والی جنگوں کے موقع پر سیدنا علی ایک صحابی (احبان بن صیفی الغفاری) کے پاس آئے اور کہا کہ میرے ساتھ میدان جنگ میں چلو۔اس صحابی نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے فتنوں کے دور میں تم لکڑی کی تلوار بنالینا(اور اب جبکہ دو مسلمان گروہ باہم برسرپیکار ہیں)اور میرے پاس لکڑی کی تلوار ہی ہے، اگراسی طرح پسند کرتے ہیں تو چل پڑتا ہوں۔ سیدنا علی اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ (الجامع الصحیح سنن ترمذی ، باب ماجاء فی اتخاذ سیف من خشب فی الفتنة عن عدیشة بنت اهبان بن صیفی الغفاری)

کسی کلمہ گو شخص یاجماعت یاادارہ کی تکفیر سے اجتناب کرنا:

اگرآپ کو کسی شخص کے بارے میں کسی بات یا عمل کا علم ہوتا ہے توآپ اس شخص یاادارہ یاجماعت پر کفر کا حکم لگانے کی بجائے اس کے کفریہ قول یا فعل پر حکم رکھیں۔کہ اس کا فلاں کام یا بات کفریہ یاشرکیہ ہے یعنی حکم عمل پر رکھیں، افراد پر نہیں! یہ سب سے محتاط انداز ہے اوراس معیّن شخص وغیرہ کی تکفیر سے اجتناب کریں ۔کیونکہ یہ آپکے ذمے نہیں!

فتنہ پرور لوگوں کی محافل سے کلی اجتناب:

کم علم تکفیری اور گمراہ کن نظریات کے حامل لوگوں کی مجالس اوران کے ساتھ بحث سے اجتناب کرنا جیسا کہ سابقہ صفحات میں امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے حوالہ سے گزر چکاہے۔

آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اس تباہ کن فتنہ (فتنہ تکفیر) سے محفوظ فرمائے اور اگر کسی مسئلہ کی سمجھ میں دشواری ہو تو اسے علماء سے رجوع کرتے ہوئے سلف صالحین کے فہم پر موقوف کریں تاکہ معاملے کی اصلیت کو پہچان سکیں اور سیدھی راہ پر چلتے رہیں۔ اللہ ہمیں زندہ اسلام پر رکھے اور کفار کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت کی موت نصیب فرمائے۔

آمین یارب العالمین